رجسٹرڈ ڈائیں نمبر ۹۶۶

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا — جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دور اس منہ سے اندھیرا — دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اک دل کی غذا دی — فسبحان الذی اخزی الاعادی

ہفتہ وار اخبار جو جمعہ کو قادیان دارالامان ضلع گورداسپور سے شائع ہوتا ہے

فاروق

ایڈیٹر و پروپرائیٹر میر قاسم علی +

جلد ۳ | یوم پنجشنبہ مورخہ ۲۱ مارچ سنہ ۱۹۱۸ء | نمبر ۱۱

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دارالامان کی خبرین

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی طبیعت خدا کے فضل سے اچھی ہے ؛

۱۵-۱۶ مارچ سے ایک دن ایک رات بادل رہا۔ اور کسی قدر بارش بھی ہوئی الحمد للہ۔ آج ۱۹ مارچ صبح پھر رات ہی بارش ہوئی

۱۶-۱۷ مارچ کو آریہ سماج قادیان کا سالانہ جلسہ ہوا جسکی مفصل رپورٹ اس پرچہ میں پہلے صفحہ پر درج کی گئی ہے ؛

خاکسار ایڈیٹر فاروق پر جو ہتک عزت کا مقدمہ فاروق کے قاضی لم یتق والے مضمون پر ولایت علی نامی کسی شخص نے دائر کیا ہے وہ ۱۸ مارچ کو تحصیلدار صاحب بٹالہ کی عدالت میں پیش ہوا۔ اور بلا کسی مزید کارروائی کے آئندہ ۲ اپریل سنہ ۱۹۱۸ء تاریخ پیشی مقرر ہوئی ؛

قادیان کی آریہ سماج اور ہم

جب سے حضرت مسیح موعود نے قادیان کے آریہ اور ہم کہا ہے۔ یہاں آریہ سماج کا وجود کبھی اس قابل نہیں ہوا۔ کہ انکی طرف ہمیں توجہ کرنے کی ضرورت پڑے۔ اس دفعہ جو ان کا جلسہ ہوا۔ تو آخری روز یہ منادی کیگئی۔ کہ محمد علی صاحب جو آریہ ہو گئے ہیں۔ وہ وجوہات ترک اسلام بیان کرینگے اور پھر عبدالحق نام احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے مبلغ سے مباحثہ ہوگا۔ جو لاہور سے بلوائے گئے ہیں۔ چونکہ آریہ لیکچرار اپنی تقریروں میں اشتعال دہ اور دل آزار فقرات استعمال کرنے کے عادی ہوتے ہیں اسلئے صرف تین چار احمدی احباب کو انکی تقریریں سننے کی اجازت ملی۔ شانتی سروپ صاحب (سابق محمد علی) نے قرآن کے پہلے دو رکوع پڑھے۔ اور پڑھکر وہی اعتراض کئے۔ جنکے بارہا جواب دئے جا چکے ہیں یعنی کافروں کے دلوں پر اللہ نے مہر لگائی۔ تو گویا خود انہیں گناہ پر مجبور کیا۔ اور لا یؤمنون واقع کے خلاف ہے۔ آخر کافری ایمان لا رہے ہیں اور فزادھم اللہ مرضاً۔ اللہ تعالیٰ طبیب روحانی ہے۔ مگر مرض کے علاج کی بجائے اُسے بڑھاتا ہے۔ پھر وہ تو منافق تھے۔ تمسخر کرتے اور خدا بھی جواب میں تمسخر کرے۔ تو یہ کیسے ٹھیک ہو سکتا ہے۔ وغیر ذالک۔ اسکے بعد ۳ بجے میاں عبدالحق صاحب آئے۔ اور ان سے مباحثہ شروع ہوا۔ مسلمان مناظر نے کہا کہ پہلے طرفین کے لئے آدھ آدھ گھنٹہ وقت رکھو۔ دس دس منٹ میں کیا ہو سکتا ہے۔ جس کا جواب انکار میں دیا گیا۔ مسلم مناظر نے کہا معلوم نہیں۔ آریہ سماج زیادہ وقت دینے سے کیوں گھبراتی ہے۔ تو پریزیڈنٹ صاحب نے جواب دیا ہاں گھبراتی ہے۔ مگر وقت یہی رہیگا۔ خیر بحث شروع ہوئی۔ مسلم مناظر نے آیت قرآن مجید پڑھی۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وقالوا ان ھی الا حیاتنا الدنیا نموت ونحیا وما یھلکنا الا الدھر وما لھم بذالک من علم ان ھم الا یظنون - اور بیان کیا کہ اس مذہب کے لوگ جو کہتے ہیں - کہ آدمی اسی دنیا میں آواگون کے چکروں میں مارا مارا پھرتا ہے - مر گیا پھر زندہ ہوا پھر مر گیا - (یہی تناسخ کی تعریف ہے) انکی کوئی دلیل نقلی اس کتاب میں نہیں جسے وہ علم سمجھتے ہیں - اور نہ کوئی عقلی دلیل ہے قرآن شریف کا دعوے اور دلیل سے بیان کر دیا اب میں چیلنج کرتا ہوں کہ آپ وید مقدس سے دعوے تناسخ بھی بتائیں - اور دلیل بھی دکھائیں - یہ پریذیڈنٹ صاحب بہت گھبرائے - اور انہوں نے کہا کہ تین حصے کر لیجئے - نقلی دلیلوں یعنے صرف حوالوں پر بحث ہو - پھر از روئے قرآن شریف بحث ہو پھر عقلی دلیلیں - یہ انکی صریح کمزوری تھی - دوسرے الفاظ میں وہ اقرار کر رہے تھے - کہ ویدوں میں دلائل نہیں بہر حال آریہ مناظر پنڈت پورنانند صاحب جو اٹھے تو انہوں نے پہلا جواب ہی کچھ ایسا اوٹ پٹانگ دیا جس سے ہم اسی وقت سمجھ گئے - کہ بس یہ رہ گیا - چنانچہ یہی ہوا - پہلے تو آپ نے مبحث کو چھوڑ کر یہ سوال شروع کر دئے کہ روح کہاں سے آئی - اور کہاں جاتی ہے وغیر ذالک - اور پھر دبی زبان سے ایک منتر پیش کر دیا - جس پر زبردست جرح ہوئی - آریہ مناظر نے ایک لفظ پر اعتراض کیا - اور اسکے معنے جو مسلم مناظر نے کئے - اس کے حوالے پوچھے - جو انہی کے ہم مذہب تلسی رام صاحب کی کتاب سے دکھائے گئے - تمام منتر مسلم مناظر صاحب سنسکرت میں پڑھکر سناتے تھے - اور ان کی تشریح بھی بھاشہ میں جو ایک قابل تعریف بات تھی - کوئی ایک گھنٹہ تک پانچ پانچ منٹ کی باری سے بحث چل رہی تھی - جو مسلم مناظر نے ایک اور منتر پیش کر دیا - جسمیں کوئی رشی صاحب دعا کر رہے ہیں کہ گھر کا مالک اور مالکہ سو جائیں - اور کتا سو جائے سب سو جائیں - اور میں اپنا کام کروں - یہ کام لامحالہ کوئی برا ہی ہو گا - ویدوں میں پرمیشور کا بدی کی تعلیم دینا واضح کر رہا ہے - کہ ویدوالا تناسخ کا قائل نہیں کیونکہ بدی کی تعلیم تو وہ خود دیتا ہے - اسپر پریذیڈنٹ پھر مناظرین بیٹھے - اور کہنے لگے - کہ یہ ٹھیک نہیں ہے یہ ہے وہ ہے - اور ساتھ ہی کہا کہ اب مہاشہ شانتی سروپ مناظرہ کرینگے - اور پنڈت پورنانند صاحب بیٹھ گئے - اور جس انداز سے وہ بیدم ہو کر بیٹھے صاف صاف نظر آرہا تھا کہ آریہ سماج نے ہار مان لی - بیچارے پنڈت صاحب کو پریذیڈنٹ نے چین بجبین ہو کر جو کچھ سمجھایا - ادھر شانتی سروپ نے بھی بہتیری مدد دی مگر وہ کچھ بیان نہ کر سکتے تھے - مسلم مناظر نے کہا اگر حوالہ درست نہیں یا جو نتیجہ ہمنے نکالا ہے - غلط ہے تو آریہ مناظر خود جواب دے لیگا - آپ صرف اپنا فرض ادا کریں - جو آپ نے خود ہی بیان کیا تھا - کہ میرا کام صرف طرفین کو وقت دکھانا ہے - چونکہ آریہ پلیٹ فارم سے سوائے بے انصافی اور کچھ نہیں تھی - اور پردھان صاحب اپنی پوزیشن کے خلاف خود بحث میں پارٹ لینے لگ گئے تھے - اسلئے میر قاسم علی صاحب نے اٹھ کر یہ کہنے کی اجازت چاہی کہ یہ مباحثہ ہے اس لئے طرفین کا ایک ایک پریذیڈنٹ ہونا چاہیئے - اور ایسی ایسی باتیں باہم فریقین کے پریذیڈنٹ طے کر لیں اور مناظر اپنا کام کریں - میاں عبدالحق صاحب نے اٹھ کر کہا کہ پریذیڈنٹ میر قاسم علی صاحب ہوں اور کرسی ساتھ کر لینے کے لئے کہا - اسپر آریہ سماج کا پریذیڈنٹ صاحب بہت غصہ میں آگیا - اور اپنی پوری آواز سے بہت رعب جمانا چاہا - کہ اسوقت دوسرا پریذیڈنٹ بنانا آریہ سماج کے جلسہ میں رکاوٹ ڈالنا ہے - ایک منٹ کے اندر صدارت کی کرسی خالی ہو جانی چاہیئے ورنہ .. .. .. میاں عبدالحق صاحب نے کہا آپنے مدعو کیا - اور میں اپنے روپے خرچ کر کے آیا ہوں - اور اب آپ ہماری ہتک کرتے ہیں - اور یوں ہمیں مباحثہ سے روکتے ہیں - یہ بہت افسوس ناک بات ہے - ادھر سے میر قاسم علی صاحب نے کہا - کہ آپ مناظر بدلتے ہیں تو ادھر سے بھی مناظر بدل دیا جاتا ہے - اور میں مناظرہ کروں گا - اصل میں آریہ سماج نے اپنی پوزیشن کمزور دیکھکر یہ چاہا کہ بحث تناسخ تو رہ جائے - اور اب بدی کی تعلیم کے متعلق قرآن مجید پر اعتراضات کا سلسلہ شروع کر دیا جائے اور یہ سراسر ناواجب بات تھی - میاں عبدالحق صاحب نے کہا کہ آپنے اڑھائی گھنٹہ ہمیں وقت دیا - تناسخ پر بحث ہو گی یا اعلان کر دو کہ اب مضمون بدلا جاتا ہے - اور جس مضمون پر چاہو بحث کر لو - پریذیڈنٹ صاحب نے کہا ایسا نہیں ہو گا اور اگر آپ ٹھیک نہیں سمجھتے - تو آپ بطور پراٹسٹ جلسہ چھوڑ دیں - میں غلطی کر رہا ہوں تو کر رہا ہوں - دنیا کی کوئی طاقت مجھے روک نہیں سکتی - میاں عبدالحق صاحب نے کہا آپ زبان سے جو مان رہے ہیں وہ لکھدیجئے - اسپر کہا میں لکھکر نہیں دیتا - چنانچہ ان حالات میں مناسب یہی تصور کیا گیا کہ تمام مسلمان بھائی وہاں سے چلے آئیں - چنانچہ ایسا ہی کیا گیا -

اسکے بعد میاں عبدالحق صاحب نے جناب میر محمد اسحٰق صاحب سے درخواست کی کہ جلسہ کا انتظام کرادیں تو میں وید مقدس کی تعلیم اور تناسخ پر لیکچروں انہیں بتایا گیا کہ ایک جلسہ ہم شانتی سروپ کے اعتراضوں کے جواب میں بعد از نماز مغرب کرنیوالے ہیں اسمیں آپ کو وقت دیا جائیگا - چنانچہ رات کو بہت بارونق جلسہ ہوا - اور پہلے میاں عبدالحق صاحب کی تقریر وید مقدس کی تعلیم پر ہوئی - ہماری طرف سے تو ڈیڑھ گھنٹہ تک بولنے کی گنجائش رکھی گئی مگر وہ آدھ گھنٹہ تک ہی بولے اسکے بعد حافظ روشن علی صاحب نے شانتی سروپ کے اعتراضوں کے بارہمیں کہا کہ بجائے ترک اسلام کے اختیار اسلام پر لیکچر دیتا تو ٹھیک تھا - پھر کہا کہ اسلامی خدا پر اس نے اعتراض کیا کہ وہ کافروں کو کافر رہنے دیتا ہے میں کہتا ہوں وہ تو پھر بھی انسان رہنے دیتا ہے - لیکن معترض کا خدا تو انسانوں سے کتے اور بلے بناتا ہے (اواگون) پھر اعتراضوں کا جواب کہ سواء علیہم ءانذرتھم میں یہ بتایا کہ جو ایسے کفار ہوں ان کو عذاب الٰہی سے ڈرانا سود مند نہیں (انما تنذر من اتبع الذکر وخشی الرحمٰن) بلکہ ان کو دلائل دینے چاہئیں - وقل لھم قولاً بلیغاً - کیونکہ اعتراضات اور شبہات ان کے قلوب پر مستولی ہیں - ان کی آنکھوں پر پردہ ہے - پہلے وہ ہٹے خدا شناسی ہو تو خشیت بھی پیدا ہو - خدا تعالےٰ کا استہزار فعلی جواب ہوتا ہے - کفار نبی اور اسکی جماعت کو حقیر اور ذلیل سمجھتے ہیں - خدا انہیں کو حقیر اور رسوا کر دیتا ہے -

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اخبار فاروق

قادیان - یوم پنجشنبہ - ۲۱ مارچ ۱۹۱۸ء

ایک مباہلہ اور اس کا نتیجہ

ایک لڑکا ظہیر الدین نام سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوا جو جوشیلی طبیعت کا تھا۔ رفتہ رفتہ اسکے دماغ فاسد میں یہ سمایا۔ کہ میں بھی کچھ ہوں۔ اس کے عقائد خلاف قرآن وحدیث وکتب حضرت مسیح موعودؑ معلوم کر کے حضرۃ خلیفہ اوّلؓ نے اسے جماعت سے خارج کر دیا۔ پھر اسکے بعد معافی ہوئی۔ اور اس کو اصلاح کا موقعہ دیا۔ پھر خلافت ثانی کی بیعت کی۔ پھر کچھ بگڑا (پیغامیوں سے بھی ساز باز رہی) پھر سیدھا ہوا۔ اور حضرت فضل عمرؓ کو مصلح موعود مان کر بیعت کی۔ پھر دماغ میں کچھ سمایا۔ اور خود مصلح موعود اور یوسف ہونے کا دعوے کیا اور اسپر زور دیا کہ حضرت اقدس نعوذ باللہ صاحب شریعت جدیدہ نبی تھے۔ نماز محمدی طریق پر ہی پڑھنا ضروری نہیں۔ بلکہ قادیان قبلہ قرار دے کر نماز یا مناجات افضل ہے وغیر ذالک۔ چونکہ یہ شخص مطرود ہے۔ اور اس کا کوئی اثر نہیں اس لئے سلسلہ احمدیہ کے مرکز میں اس کو مخاطب نہیں کیا جاتا۔ اور نہ اس کی تحریروں پر نوٹس لیا جاتا ہے۔ اسکے ساتھ صرف حکیم نور محمدؐ دندان ساز لاہور ہیں۔ چونکہ حکیم محمد الدین صاحب اس کے ماموں ہیں۔ جسے مولی ظہیر کہا جاتا ہے۔ اس لئے ان کو اس رشتہ کے لحاظ سے طبعاً اسکے معاملہ میں زیادہ دکھ ہے۔ انہوں نے حکیم نور محمدؐ پر اتمام حجت کے لئے مباہلہ کر لیا۔ جیوں ہے:-

عقیدہ حکیم نور محمدؐ:- میں حکیم نور محمدؐ مالک ہمدرد صحت لاہور بیان کرتا ہوں۔ اور اپنا اعتقاد ظاہر کرتا ہوں کہ مولوی محمد ظہیر الدین بدر الدین ظہیر الدین مومن اوّل سچے مسلمان اور حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی پیشگوئی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے مصداق ہیں۔ اور مصلح موعود اور یوسف موعود ہیں۔ العبد حکیم نور محمدؐ ۲۲/۲

عقیدہ حکیم محمد الدین:- میں حکیم محمد الدین احمدی بیان کرتا ہوں کہ چونکہ محمد ظہیر الدین نماز پنجگانہ کو غیر ضروری سمجھتا ہے۔ اور قرآن شریف کی شریعت کو مکمل نہیں سمجھتا۔ علاوہ بریں اسکے اقوال میں بھی میں اکثر تناقض پاتا ہوں۔ اسلئے میں اس کو مصلح موعود تو کجا ایک باہوش مسلمان بھی یقین نہیں کرتا۔ بلکہ کافر یقین کرتا ہوں۔

حکیم محمد الدین ۲۲/۲

(۳)

یا الٰہی ہم دونوں میں سے جو سچا ہے۔ اس کی تائید اور نصرت کر۔ اور اس کو تمام بیّنات سے ایک سال تک محفوظ رکھ اور ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے۔ اسکے اوپر اپنا قہر اور عذاب نازل کر۔ اور کوئی ایسی بیماری نازل کر۔ جس سے وہ بیکار ہو جائے۔ العبد

حکیم نور محمدؐ مالک ہمدرد صحت لاہور۔

حکیم محمد الدین احمدی گوجرانوالہ۔

گواہ شد:- قاضی محمد عالم احمدی ساکن کوٹ قاضی

گواہ شد:- نصیر الدین احمدی۔

اس مباہلہ کا خوف کس فریق نے محسوس کیا سب سے پہلے تو حکیم نور محمدؐ کے مولی ظہیر ہی نے شایع کیا کہ "میرے ماموں صاحب جناب حکیم محمد الدین صاحب نے جو یہ بات میری طرف منسوب کی ہے کہ میں قرآن شریف کی شریعت کو مکمل نہیں سمجھتا۔ یہ مجھ پر افترا کیا گیا ہے۔ میں سچے دل سے آیت اکملت لکم دینکم پر ایمان رکھتا ہوں"۔ یہ ایک قسم کا رجوع تھا۔ جو ظہیر نے کر کے اس عذاب الٰہی کو ٹالنے کی کوشش کی۔ جو جھوٹوں کے لئے مقدر ہے۔ مگر چونکہ یہ الفاظ ذو معنی تھے اور عمل وعقیدہ اسکے خلاف۔ اسلئے اس رجوع کا پورے طور پر فائدہ نہ اٹھا سکا۔ بلکہ حکیم صاحب کے مقابلہ میں مرشد و مرید دونوں نے اس عذاب سے حصہ لیا جو مباہلہ کرنے والوں میں سے جھوٹے فریق کے لئے مقدر ہے۔ اسلئے حکیم محمد الدین صاحب کا مضمون ملاحظہ ہو۔ جو برائے اشاعت وصول ہوا۔

ڈاکٹر نور محمدؐ صاحب دندان ساز انارکلی لاہور اور خاکسار کے درمیان جو مباہلہ ایک سال میعاد کا قرار پایا تھا۔ اور جسمیں یہ دعا تھی کہ یا الٰہی ہم دونوں میں سے جو سچا ہے۔ اسکی نصرت اور تائید کر۔ اور اس کو تمام بیّنات سے ایک سال تک محفوظ رکھ۔ اور ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے۔ اس کے اوپر اپنا قہر اور عذاب نازل کر اور کوئی ایسی بیماری نازل کر۔ جس سے وہ بیکار ہو جاوے"۔ اس کی میعاد ۲۲ فروری ۱۹۱۸ء کو ختم ہو گئی ہے۔ اور ڈاکٹر صاحب نے ایک اشتہار شایع کر کے چالاکی سے جھوٹ اور افترا کو عمل میں لا کر اپنے حق پر ہونے کا نتیجہ نکال کھڑا کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ:-

"حکیم محمد الدین صاحب کا یہ حال ہوا کہ وہ ایسی سخت بیماری میں مبتلا ہوئے۔ کہ تین دفعہ ان کی حالت جان کنی تک پہونچی۔ آخر ایک دن انکی ہمشیرہ اور انکے بھائی نے مولوی محمد ظہیر الدین صاحب کو بلایا۔ انہوں نے آکر اسکے حق میں سلامتی کی دعا کی جسکے بعد وہ بچ رہے"۔

سو پہلا جواب اس کا تو لعنت اللہ علی الکاذبین ہے اور دوسرا جواب میرے بھائی حکیم احمد الدین کی شہادت ہے۔ جس نے بقول آپ کے ظہیر الدین کو بلا کر میرے لئے دعا کرائی۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ "ڈاکٹر نور محمد صاحب نے جو کچھ میرے بھائی حکیم محمد الدین صاحب کی بیماری اور ظہیر الدین کو بلانے اور اس سے دعا کرانے کے متعلق لکھا ہے۔ سرتاپا افترا اور جھوٹ محض ہے"۔ علاوہ بریں خود ڈاکٹر نور محمد صاحب و دیگر احمدی احباب علی الخصوص جماعت احمدیہ سیالکوٹ و گوجرانوالہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سے یہ بات پوشیدہ نہیں کہ میرا بھائی حکیم احمد الدین اور میری ہمشیرہ والدہ ظہیر الدین حضرت صاحبزادہ صاحب مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب سلمہ ربہٗ خلیفۃ المسیح کے مخلص مُرید ہیں۔ ظہیر کو جھوٹا۔ گمراہ اور بے دین یقین کرتے ہیں۔ اس سے دُعا کرنے کے کیا معنے؟ باقی رہا یہ کہ ڈاکٹر نور محمدؐ اور اس کا مرشد یوسف موجود بھی اس سال ہر ایک قسم کی بلا اور قہر الٰہی سے محفوظ رہے ہیں۔ تو پھر مابہ الامتیاز کیا ہوا؟

سو واضح ہو کہ یہ ہر دو شخص غضب اور قہر الٰہی میں گرفتار ہیں۔ اوّل میں ڈاکٹر صاحب سے پوچھتا ہوں کہ کیا ان کا لختِ جگر حمید احمدؐ اس سال اسلام سے مرتد ہو کر آریہ سماج میں شامل نہیں ہوا۔ اور یہ واقعہ اسکے لئے اور ظہیر الدین کے لئے جس کا وہ مُرید تھا۔ بلا اور صدمہ نہیں۔ اور کیا خود ظہیر الدین اس سال افسروں کے زیر عتاب نہیں رہا۔ اور اپنے عملہ میں صرف دنیا کے لئے ذلیل ہونا ان ہر دو مرید و مُرشد پر کم قہر الٰہی ہے بشرطیکہ غیرت ہو۔ کیا یہ سچ نہیں کہ ڈاکٹر صاحب کے مُرشد صاحب ظہیر ایسے بیمار ہوئے۔ کہ حواس باختہ ہو کر بلا رخصت گھر پہونچے۔ اور اس کی پاداش میں محکمانہ سزا ہوئی۔ کیا یہ عجیب حکمت الٰہی ہے۔ کہ جہاں اس کی یہ ملازمت کی ذلت ایک طرف مباہلہ کے اثر کو ثابت کرتی ہے۔ دوسری طرف اس کی یوسفیت کو بھی بیخ دین سے اکھاڑ پھینکتی ہے۔ کیونکہ اصلی یوسف (حضرت یوسف علیہ السلام) تو دربار شاہی میں حفیظ امین ثابت ہو کر عزت پاتے ہیں۔ اور یہ ذلیل ہوتا ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام کے آگے تو اُسکے بھائی معافی کے خواستگار ہوتے۔ اور مغفرت کی شفاعت چاہتے ہیں۔ لیکن یہ عجب یوسف ہے کہ بذریعہ اپنے والد کے جو کہ اس کا مرید بھی ہے۔ اپنے بھائیوں کے آگے مغفرت مانگتا اور ہدایت کی درخواست کرتا ہے جیسا کہ احمدی احباب پر پوشیدہ نہیں کہ اسکے والد نے سالانہ جلسہ پر چھ ہزار کے مجمع میں بحضور حضرت خلیفۃ المسیح نہایت مضطربانہ لہجہ میں اس کے لئے دُعا ہدایت کی درخواست کی۔ مجھے خدا کے فضل اور رحم سے اُمید قوی ہے کہ وہ دُعا خالی نہ جائیگی بالآخر میں بھی خدائے ارحم الراحمین غفور رحیم سے بھی دعا کرتا ہوں۔ کہ یہ ابتلاء جو مباہلہ کے اثر کے ماتحت ان کو آئے ہیں۔ موجب رحمت الٰہی ہو کر توبہ کی توفیق ساتھ لائیں ٭

(نوٹ) اسجگہ مباہلہ کے تعلق میں ڈاکٹر نور محمدؐ کے ساتھ ظہیر الدین کو بھی مدمقابل ٹھہرانے کی وجہ یہ ہے۔ کہ ظہیر الدین نے خود اپنے تئیں اس مباہلہ میں گھسیڑ دیا ہے۔ جیسا کہ مباہلہ کا اعلان دیکھنے والوں سے مخفی نہیں۔ ماسوا اسکے پیر و مرشد کی ذلت سے مُرید باہر نہیں رہ سکتا۔ پس جو ذلت اس عرصہ میں ظہیر الدین کو پہونچی ہے۔ اسمیں ڈاکٹر نور محمدؐ بھی شریک ہے۔ اور جو عزت مجھے کیا بلحاظ دنیا و کیا باعتبار دین اس عرصہ میں خدا کے فضل سے حاصل ہوئی وہ ان پر حجت ہے ٭ خاکسار حکیم محمد الدین احمدی گوجرانوالہ

گورنمنٹ برطانیہ کے احسان

یہ امر تمام ہند کو اچھی طرح سے معلوم ہے۔ کہ ہماری گورنمنٹ برطانیہ نے (خدا اس کو ہمیشہ بامراد اور کامیاب ہمارے سر پر سایہ فگن رکھے۔ آمین) اپنی رعایا کے واسطے ہر قسم کی آسائشیں سہولتیں آرام و راحت کے سامان اپنے علم و مال و وقت کو صرف کر کے بہم پہونچانے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا۔ اگر ہم گورنمنٹ برطانیہ کے احسانات کو شمار کرنا چاہیں۔ تو ہزارہا صفحات کی کتابیں اون کے شمار سے پُر ہو سکتی ہیں۔ آج تمام دنیا میں یہی گورنمنٹ ایک واحد گورنمنٹ ہے۔ جس کو اپنی رعایا کے آسایش اور آرام اور فائدہ رسانی کی دُھن لگی رہتی ہے اور گورنمنٹ برطانیہ ہی ایک ایسی گورنمنٹ ہے۔ جسکی تمام رعایا ہندو ہو یا مسلمان۔ سکھ ہو یا عیسائی۔ نہایت امن و عافیت سے زندگی بسر کرتی۔ اور اپنے بادشاہ ملک معظم کو دعائیں دیتی۔ اور جان و مال فدا کرنے کے لئے ہر دم طیار اور آمادہ رہتی ہے۔ یہی گورنمنٹ وہ عادل گورنمنٹ ہے۔ جسکے عدل و انصاف کے آگے نوشیرواں عادل کا نام لوگوں کو بھول گیا ہے۔ ہماری محسنہ گورنمنٹ جس نظر شفقت و عزت سے اپنی رعایا کو دیکھتی اور اس کی قدر و منزلت و عزت افزائی فرماتی ہے۔ اس کی نظیر آج روئے زمین کی تمام سلطنتوں اور گورنمنٹوں میں نہیں ملتی۔ غرضیکہ ہم گورنمنٹ برطانیہ کے احسانات کا کوئی شمار نہیں کر سکتے۔ ریل ہے تو ہمارے آرام کے لئے۔ پریس ہے تو ہمارے کام کے لئے۔ سڑکیں ہیں تو رفاہِ عام کے لئے۔ ٹیلیگراف ہے تو فائدہ خاص و عام کے لئے۔ ڈاک خانہ ہے تو ہماری خطوط رسانی اور پیغامبری وغیرہ کے بخوبی باقاعدہ بحفاظت سرانجام کے لئے۔ غرضیکہ کوئی شعبہ یا صیغہ ہماری سرکار کا ایسا نہیں۔ جسمیں رعایا کے فوائد کو مقدم اور مدنظر نہ رکھا گیا ہو ٭

ریلوے اور ڈاکخانہ کا پبلک تعلق

جب یہ امر واقعہ ہے تو اس سے ظاہر ہے۔ کہ جن جن صیغہ جات کے ساتھ رعایا سرکار کا تعلق ہے۔ ان تمام صیغوں کی نگرانی بھی اچھے طریق سے کیجاتی ہے

ڈاک خانہ قادیان میں اندھیر

نمبر (۱)

گذشتہ پرچہ میں ہمنے لکھا تھا کہ ڈاک خانہ قادیان کے متعلق آئندہ مفصل عرض کیا جائے گا۔ کیونکہ سب پوسٹماسٹر صاحب قادیان کی خدمت میں ایک چٹھی بغرض معلوم کرنے چند امور کے ارسال کی تھی۔ اسکے جواب باصواب کا انتظار تھا۔ اب اس کا جو جواب سب پوسٹماسٹر صاحب کی طرف سے ہمیں موصول ہوا ہے۔ وہ اپنی حیثیت میں نرالا نہایت ناشائستہ اور تہذیب سے گرا ہوا ہے۔ جسکو ہم اپنے موقعہ پر اس سلسلہ مضمون میں نقل کرینگے۔ اول ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ڈاکخانہ اور پبلک کا باہمی کیا تعلق ہوتا ہے۔ اور اہالیان ڈاکخانہ کو پبلک کے ساتھ کس طرح برتنا چاہیئے۔ اسکے بعد سب پوسٹماسٹر صاحب و دیگر کلرک صاحبان ڈاکخانہ قادیان کا طرز سلوک جو خاص احمدیہ پبلک کے ساتھ ہے۔ بتائینگے ٭

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کہ جس سے بڑھکر متصور نہیں۔ اور ایسے تمام صیغہ جات کے ادنے سے لے کر اعلےٰ افسروں تک کو چونکہ ہر دم رعایا سے واسطہ پڑتا ہے اسلئے ایسے صیغہ جات کے ہر طبقہ کے ملازم پبلک کے ساتھ نہایت حسن سلوک اور اخلاق و تہذیب کا برتاؤ کرتے۔ اور ان کی ہر ایک شکایت پر پوری توجہ فرماتے۔ اور مقدر بھر کوشش سے ادن شکایات کو رفع کرتے۔ اور باضابطہ شریفانہ جواب دیتے ہیں۔ اگر ایک ادنیٰ شخص بھی رعایا میں سے کسی اعلیٰ سے اعلیٰ افسر پر ناروا شکایت کرے۔ تو کبھی یہ نہیں ہوتا کہ اوس کی عرضداشت کو معمولی آدمی کی درخواست یا شکایت سمجھکر پھینک دیا جائے۔ فوراً تحقیقات ہوتی۔ اور شکایت کے صحیح نکلنے پر قصوروار کو قابل عبرت سزا ملتی ہے۔ اور اسطرح شکایت کنندہ کو مشکوری کا موقعہ دیا جاتا ہے۔ خصوصاً ریلوے اور ڈاک خانہ کے متعلق حکام بالا خاص طور پر شکایات کو سنتے اور مناسب سے مناسب انتظام فرماتے ہیں اور اگر ایسا نہ ہو۔ تو بعض ملازمان ریل و ڈاک رعایا کو بہت تکلیف دیں۔ کیونکہ ان دونوں محکموں سے زیادہ فائدہ رعایا کو پہنچانا مقصود ہے۔ اور ان دونوں کی آمدنی بھی رعایا سے ہی ہوتی ہے۔ اور پبلک حقوق ریلوے اور ڈاک خانہ پر بہت زیادہ ہیں۔ بلکہ یہ کہنا درست ہے۔ کہ یہ دونوں محکمے رعایا کے ہی ملازم ہیں۔ اور رعایا کے روپیہ سے ہی پل رہے ہیں۔ اگر رعایا کے حقوق کی پرواہ نہ کی جائے۔ تو بے شک یہ ظلم اور حق تلفی ہے۔ لیکن جہاں تک ہمارا علم و تجربہ اور مشاہدہ ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ پبلک کے حقوق کی حفاظت کیجاتی اور ان کی حق تلفی کرنیوالے کو خواہ کوئی بھی ہو۔ قصوروار ثابت ہونے پر سخت سزائیں دی جاتی ہیں ✦

ڈاک خانہ قادیان

اِس مختصر تمہید کے بعد ہم ڈاکخانہ قادیان کے متعلق کچھ عرض کرتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ قادیان میں ابھی بہت عرصہ نہیں گذرا کہ ایک معمولی برانچ پوسٹماسٹر ہوتا تھا۔ جو مدرس بھی تھا۔ اور ڈاک کا کام بھی کرتا تھا۔ اس کو ڈاکخانہ کی طرف سے بھی تھوڑی سی تنخواہ ملجاتی تھی۔ لیکن جب سے سلسلہ احمدیہ قائم ہوا۔ اور تمام اطراف عالم میں یہ سلسلہ پھیلتا گیا۔ تو قادیان چونکہ بانی سلسلہ احمد علیہ السلام کی جائے سکونت تھی۔ قادیان اس سلسلہ کا مرکز قرار پایا۔ اور تمام ہندوستان و یورپ و بلاد عرب و کابل وغیرہ ممالک سے سلسلہ خط و کتابت و آمد و برآمد نقدی و پارسل وغیرہ اسقدر بڑھتا گیا کہ اب ایک برانچ پوسٹماسٹر کے بس کا یہ کام نہ رہا۔ اور ضرورت ہوئی۔ کہ یہاں ایک مستقل ڈاک خانہ قائم کیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا پھر اسقدر ترقی ہوئی۔ کہ خاص قادیان میں پریس قائم ہو گئے۔ اور اخبار و رسالجات ہفتہ وار و ماہوار نکلنے شروع ہوئے۔ جسکے واسطے افسران بالا نے یہاں بجائے اس پانچ سات روپیہ ماہوار والے برانچ پوسٹماسٹر کے ایک ساٹھ ستر روپیہ ماہوار کا سب پوسٹماسٹر مقرر کیا اس اکیلے سے یہی کام نہ چل سکا۔ تو بوجہ زیادتی کام اس کو دو کلرک دیئے گئے۔ اب ڈاک خانہ قادیان میں ایک سب پوسٹماسٹر اور دو کلرک ایک پیکر دو پوسٹ مین علاوہ دیہات کے پوسٹ مینوں کے صرف قادیان کے لئے مقرر ہیں۔ جو احمدیہ جماعت کے خطوط و پارسل و وی پی و منی آرڈر تقسیم کرتے ہیں ✦

قادیان میں ڈاک کا کام

قادیان میں سب سے کثیر حصہ آمدنی ڈاک کا خاص احمدیہ پبلک سے ہوتا ہے۔ قادیان میں اسوقت ایک مشین پریس۔ تین دستی پریس قائم ہیں۔ چار اخبار چار رسالے۔ ایک اخبار پندرہ روزہ دو ہفتہ وار ایک ہفتہ میں دو بار اور ایک رسالہ ریویو انگریزی ایک ریویو اُردو۔ ایک رسالہ تشحیذ الاذہان ماہوار ایک رفیق حیات طبی ماہوار صرف احمدیوں کے نکلتے ہیں۔ چھ بک ایجنسیاں ہیں۔ جو احمدیوں کی ہی ہیں۔ دو سکول۔ ایک ہائی سکول ایک عربی سکول اور دو بورڈنگ احمدیوں کے ہی ہیں۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ کسقدر وی پی او منی آرڈر اور خطوط وغیرہ احمدیہ جماعت قادیان کے آتے جاتے ہیں۔ اور اس جماعت کی کتنی کثیر آمدنی ڈاکخانہ کو ہوتی ہے۔ اور کسقدر ڈاک خانہ کے ساتھ اس جماعت کا تعلق ہے۔ بلکہ یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ اگر احمدیہ پبلک قادیان کا کام اس ڈاکخانہ سے نکالدیا جائے۔ تو پھر یہاں ضرورت ہی نہیں۔ کہ کوئی ڈاکخانہ رہے۔ نظر بوجوہات بالا صاف ظاہر ہے۔ کہ احمدیہ پبلک قادیان کے جسقدر زیادہ حقوق ڈاک خانہ قادیان پر ہیں۔ اوس قدر یہاں کے باشندوں میں سے کسی دوسرے کو حاصل نہیں۔ اور احمدیہ جماعت کو اگر ڈاک خانہ قادیان کے ملازمین بے جا تکلیف دینا چاہیں۔ اور نہایت سختی کا برتاؤ ان سے کریں۔ اور ان کی شکایات کو غلط اور بے جا اور فضول اور کینہ اور دشمنی کا باعث قرار دیں۔ تو لازمی نتیجہ اس کا یہ ہوگا۔ کہ ملازمان ڈاک خانہ قادیان اور احمدیہ پبلک کے باہمی تعلقات نہایت خطرناک اور پبلک ناراضگی کا موجب ہونگے۔ جیسا کہ موجودہ سب پوسٹماسٹر صاحب و دیگر کلرکان ڈاک خانہ نے تشریف لاکر تھوڑے ہی دنوں میں احمدیہ پبلک کو اپنے مخالفانہ اور متکبرانہ طرز سے جو بعض ناواجب اور خفیہ وجوہات کی بناء پر ہے بہت سی شکایات کا موقعہ دیدیا ہے۔ جن کا مفصل ذکر معہ ان خفیہ وجوہات کے کھولکر ہم دوسرے نمبر میں حکام بالا دست کے سامنے پیش کرینگے۔ اور تمام سازش کی کیفیت ازبام کردینگے

ضروری اطلاع

خدا کے فضل سے فاروق نے سہ روزہ کی سہ ماہی اول نہایت باقاعدگی سے پوری کی ہے۔ اور ہر ہفتہ کا پرچہ ٹھیک جمعرات کے روز جو اسکی اشاعت کا دن ہے۔ خریداران کے نام ڈاکخانہ قادیان سے روانہ ہوتا رہا ہے۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ انشاء اللہ آئندہ بھی اسی باقاعدگی سے فاروق شایع ہوتا رہیگا۔ سہ ماہی اول کا یہ گیارہواں نمبر ہے۔ اگلا پرچہ جو ۲۸ مارچ کو شایع ہوگا وہ آخری پرچہ سہ ماہی روان کا ہوگا۔ اور اسکے ساتھ ہی ان احباب کا چندہ جن سے صرف ایک ایک روپیہ بابت سہ ماہی اول وصول کیا گیا تھا ختم ہو جائیگا۔ اسلئے دوسری سہ ماہی کے لئے حسب دستور ان خریداران کے نام جن کا چندہ تین ماہ کا ختم ہو چکا ہے یا جنکے ذمہ سہ ماہی روان کا ایکروپیہ باقی ہے۔ ۲۸ مارچ والا پرچہ بذریعہ وی پی ارسال ہوگا۔ اسلئے ان احباب کو وصولی وی پی کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔ اور انکار کرکے وی پی کو واپس

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نامہ صادق

انگلستان سے

نمبر ۱

(۲۲ ۔ دسمبر)

ملکہ کو مبارکباد نومبر کے اخیر میں حضرت قیصر ہند کی والدہ ماجدہ ملکہ الیگزنڈرا کے روز پیدائش پر عاجز نے مبارکباد کا خط از جانب جماعت احمدیہ جسکے بانی حضرت نبی اللہ احمد قادیانی اور جسکے موجودہ امام اور ہادی حضرت بشیر الدین محمود احمد خلیفہ ثانی اور پسر موعود ہیں لکھا۔

یہاں پوسٹ آفس بادشاہ سلامت کا ہے۔ اور شاہی خاندان کے خطوط پر ٹکٹ نہیں لگتا۔ لفافے پر تاج کی مُہر ہوتی ہے

ہمدردی حیوانات ڈنٹ نور کے ایک مدرسہ میں ۱۰ دسمبر کو انجمن ہمدردی حیوانات کا ایک جلسہ ہُوا۔ ایک پادری صاحب نے حیوانوں کے ساتھ ہمدردی کے تذکرے میں حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے سوانح سے ایک مثال پیش کی۔ کہ ایک موقعہ پر کسی سفر سے واپسی پر آپ نے فرمایا کہ پہلے گھوڑوں کی زین اُتارو پیچھے نماز پڑھو۔ یعنے پادری صاحب کا شکریہ ادا کیا کہ ایک ہی مثال جو وہ لا سکے۔ وہ نبی کریم کی زندگی سے ہے۔ اور پھر قرآن شریف سے ہمدردی حیوانات کا حکم ان کو بتلایا۔

سردی یہاں کی سردی تا حال تیس درجہ ٹمپریچر سے کم نہیں ہوئی۔ بہ نسبت لنڈن کے سُورج زیادہ دیر تک باہر رہتا ہے۔ یعنے بادلوں میں سے دکھائی دیتا ہے

چھوٹے دن موسم گرما میں مینے ایک دفعہ لکھا تھا۔ کہ دن اتنا بڑا ہوتا ہے کہ مینے ایک رپورٹ شام کے ۹½ بجے دن کی روشنی میں لکھی تھی۔ مگر آج کل دن اتنا چھوٹا ہے۔ کہ چار بجے شام کے سب چراغ روشن ہو جاتے ہیں۔ اور بعض سہ بجے کمرے کے اندر بغیر چراغ کے کام نہیں کر سکتے۔ لیکن انگریزوں نے جو اوقات کھانے کام کرنے وغیرہ کے مقرر کر رکھے ہیں ان میں فرق نہیں آتا ؛

میرا لباس آج کل کیا ہے۔ مینے تا حال یہاں کوئی کپڑے نہیں بنوائے۔ وہی کپڑے جو لاہور میں مکرمی اخویم مولوی محمد عثمان صاحب نے ساتھ ہو کر خرید کروئے۔ اور بنوا دئے تھے۔ وہی تا حال کام آ رہے ہیں۔ صرف ایک اُوور کوٹ جو میرے ہندوستان سے لائے ہوئے اوور کوٹ سے ہلکا ہے۔ یہاں آتے ہی برادرم قاضی صاحب نے خرید کر دیا تھا۔ اور اسپر پانچ پونڈ خرچ ہوئے تھے۔ آج کل میں گرم بنیان اُسپر رُوئی دار واسکٹ (جو راستہ میں ایک بابو عبد الرحمن صاحب انبالہ نے اور ایک اہلیہ حامد حسین خان صاحب میرٹھ نے اس سفر کے واسطے عطا فرمائی تھیں۔ جزاہم اللہ الجزا) واسکٹ پر اُونی سویٹر۔ اُسپر فلالین کی دو قمیضیں اسپر اونی واسکٹ اسکے اُوپر گرم کوٹ۔ پاجامہ بنیان فلالین کا پاجامہ اسپر پتلون۔ دو موٹی ایک پتلی تین جرابوں پر موٹے چمڑے کا بوٹ۔ گرم عمامہ۔ یہ لباس مکان کے اندر ہر وقت رہتا ہے۔ باہر جانے کے وقت اُوور کوٹ ہلکا یا بھاری جیسی ضرورت ہو۔ اور گرم دستانے تا حال یہ لباس کافی معلوم ہوتا ہے۔ آگے دیکھا چاہیئے جو اللہ کو منظور ہو۔ رات کو ایک اُونی لمبا کرتہ اور فلالین کا پاجامہ پہنکر تین کمبل ایک شال اور ایک لحاف اوڑھتا ہوں۔ اور گاہے ایک گرم چغہ بھی پہن کر سوتا ہوں جو مجبی اخویم میاں چراغ الدین صاحب نے ساتھ کر دیا تھا۔ اللہ تعالےٰ ان کو جزائے خیر دے۔ اور انکے اہل و عیال پر برکات نازل کرے۔ آمین۔ مگر اس لباس کے ساتھ ایک اور ضروری بات جو ہے وہ یہ ہے کہ دن رات بیٹھنے۔ سونے اور کھانے کے کمرے جو الگ الگ ہیں۔ ہر وقت پہاڑی کوئلہ کی تیز آگ سے گرم رہتے ہیں۔ سوائے سونے کے کمرے کے۔ کہ اس کی آگ کو اگر رات کو اُٹھ اُٹھ کر بار بار تیز نہ کیا جائے تو بجھ جاتی ہے۔ اسواسطے سونے کے کمرے میں گیس کی آگ کا انتظام کرنے کا ارادہ ہے۔ رئیس اسٹریٹ میں جو ہمارا مکان تھا۔ وہاں برادرم قاضی صاحب نے گیس کی آگ کا انتظام کیا تھا۔ اور تجربہ سے وہ بہت مفید ثابت ہوا۔ اسکے لگانے میں ابتدائی خرچ زیادہ ہے۔ مگر بعد میں قریباً کوئلہ کے برابر خرچ ہوتا ہے۔ اور جب چاہیں فوراً آگ روشن کر سکتے ہیں۔ کم کر سکتے ہیں یا بالکل بجھا سکتے ہیں ؛

آئندہ مشنری میں سب چھوٹی چھوٹی باتیں اسواسطے لکھدیتا ہوں کہ ہمارے آئندہ آنیوالے مشنریوں کے واسطے ضروری معلومات کا ذخیرہ ہو جائے۔ اگر آئندہ آنیوالے اصحاب میرے حالات کو بغور پڑھ لینگے۔ تو اُمید ہے کہ ان سے ان کو انشاء اللہ بہت مدد ملیگی۔ اور مجھے ثواب۔

کیونکہ میری رائے میں یہاں کا کام چند سالوں میں ختم ہونیوالا نہیں۔ اس کے واسطے ہنوز بہت زیادہ پُرزور کوششوں کی ضرورت ہے بالخصوص جبکہ ہمارا مقابلہ یہاں صرف عیسائیوں اور دہریوں کے ساتھ نہیں۔ بلکہ اہل وطن غیر احمدی اور ان سے بڑھکر کسی زمانے کے دوست سخت مخالفت پر آمادہ اور برسرپیکار ہیں۔ گو مشن کے متعلق میری یہی رائے ہے۔ کہ دو سالہ یا سہ سالہ مشنریوں کی بجائے عمر بھر کے مشنری ہو جائیں۔ جو بالکل اپنی جانیں وقف کر کے اور آئندہ آرزوؤں اور خواہشوں کو خیرباد کہکر کسی ایک جگہ بیٹھ جائیں۔ اور اپنی دُعا۔ توجہ تعلیم محبت۔ سلوک۔ وجاہت اور ہر طرح کی کوشش سے اس مقام کو احمدی مقام بنا دیں۔ دو چار سال میں تو میرے خیال میں ایک آدمی ایک جگہ کے متعلق بمشکل اتنا تجربہ حاصل کر سکتا ہے۔ کہ وہاں کے کام کی مناسب سکیم بنا سکے۔ ہاں مشنریوں کے واسطے ضروری ہے کہ قادیان جایا کریں اور کچھ رہ کر پھر واپس آ جائیں۔ اور جب عمر رسیدہ ہو جائیں اور وہ چاہیں۔ تو پنشن لیکر قادیان میں بیٹھ جائیں ؛

مولوی شیر علی صاحب کے رُویاء کے مطابق تو میرا کام بطور صبح صادق کے ہے۔ آگے اللہ تعالےٰ عالم الغیب ہے لیکن اگر میرے سپرد صرف صبح صادق کا وقت ہے۔ تو پہرہ دن چڑھانے والے اور اصحاب آئینگے یا دونوں کام خدا تعالیٰ مجھ سے لینا چاہتا ہے۔ وہی بہتر جانتا ہے۔ میں تو ہر امر کے واسطے تیار ہوں۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

Digitized by Khilafat Library Rabwah

استعمال ادویہ

مینے تا حال یہاں ادویہ کا چنداں استعمال نہیں کیا۔ تھوڑی سی کنین جو مینے اپنے تیار کی تھی۔ ساتھ لایا تھا۔ وہ سردیوں میں بہت مفید ثابت ہوئی ہے۔ تین ماہ سے زائد عرصہ ہوا ہے۔ ایک دوست نے لکھا تھا کہ مفرح عنبری عنقریب روانہ کی جائے گی۔ میرا خیال تھا کہ سردیوں میں بہت مفید ہوگی۔ مگر تا حال نہیں پہونچی۔ شاید آبی جانور ولیا کی نذر ہو گئی۔ مولوی سید عبد الحلیم صاحب نے کتاب سے تحریر فرمایا۔ کہ ہمارے پاس چند دوائیں ہیں۔ جو بدن کو سردی سے بچاتی ہیں۔ اگر آپ تجویز فرما دیں تو بھیجی جاویں یہ اگر کی انہوں نے خوب کہی۔ ایسی شے تو فوراً بھیج دینی چاہیئے تھی نہ کہ اسکے متعلق دریافت کرنا ضروری تھا۔ حکیم الطاف حسین صاحب نے انجولی سے کچھ دوائی ارسال فرمائی ہے۔ مگر تا حال نہیں پہونچی۔ (۲۷ دسمبر ۱۹۱۷ء) یہاں کے ایک ڈاکٹر صاحب نے کاڈلور آئل مالٹ کا استعمال بتایا ہے۔ وہ میں تھوڑا سا صبح کھاتا ہوں۔ دوائیوں کا تو یہ حال ہے۔ غذا میں یہاں کی روٹی مجھے ہضم نہیں ہوتی۔ خالص گیہوں کے بسکٹ روٹی کی بجائے استعمال کرتا ہوں۔ گوشت۔ مچھلی۔ چائے دودھ۔ تازہ پھل جو مل سکے وہ یہاں بہت مفید ثابت ہوا ہے۔ اور میں اس کا زیادہ استعمال رکھتا ہوں یہ تو غذا ہوئی۔ ورزش زیادہ تر ہوا خوری اور گاہے ڈمبل سردی سے بچاؤ کے واسطے ایک کتاب میں مینے پڑھا ہے کہ سرد پانی سے غسل مفید ہے۔ مکرمی چودھری ظفر اللہ خان صاحب نے فرمایا تھا کہ میں ہمیشہ ٹھنڈے پانی سے ولایت میں غسل کرتا تھا۔ یہ بات مجھے بہت عجب معلوم ہوئی تھی۔ کیونکہ میں ہندوستان میں بھی ٹھنڈے پانی سے غسل کا عادی نہ تھا۔ لیکن یہاں مجھے اتنی برداشت ہو گئی ہے۔ کہ ہر صبح غسل خانے میں بیٹھ کر دو لوٹے ٹھنڈے پانی کے جلدی سے بدن پر ڈال کر فوراً تولیئے سے خشک کر کے جلدی جلدی کپڑے پہن لیتا ہوں اس کا نام غسل تو نہیں۔ مگر اس سے مینے بہت فائدہ محسوس کیا ہے۔ دن بھر گویا اس غسل کے سبب سے کچھ گرمایش رہتی ہے۔ جو سردی لگنے سے بچاتی ہے ہندوستان میں ایام سرما میں عاجز کو دورہ سر درد ہو جایا کرتا تھا۔ یہاں بھی خفیف دورہ ہوا۔ جو تین دن رہا۔ مگر ویسی تکلیف نہیں ہوئی جیسی ہندوستان میں ہوتی تھی ؛

مچھلی اور دودھ

ہندوستان میں جب کبھی گھر میں مچھلی پکا کرتی تھی۔ تو اس دن دودھ کا پینا نہایت مضر سمجھا جاتا تھا۔ اور گھر میں سب کو تاکید رہتی تھی کہ آج ہرگز کوئی دودھ نہ پیئے۔ یہاں میں دیکھتا ہوں کہ مچھلی اور دودھ ہر دو اکٹھے کھائے اور پیئے جاتے ہیں اور کسی کو وہم بھی نہیں ہوتا کہ اس سے کوئی نقصان ہو گا۔ ممکن ہے کہ کچھ آب و ہوا کی تاثیر الگ ہو۔ سب سے اوّل مسٹر سلیم کے بالا جو سوتھ سی میں عاجز کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ مجھے مچھلی اور دودھ دیا گیا۔ طبیعت نے مطابقت کی مگر بعض ایسے وجوہات تھے۔ کہ میں انکار نہ کر سکا۔ اور بسم اللہ الذی لا یضر مع اسمہ شیٔ پڑھ کر کھا لی گیا۔ اسکے بعد یہاں کئی دفعہ میز پر ہر دو شے آتی ہیں۔ اور استعمال کیجاتی ہیں ؛

صحت

الحمد للہ عاجز کی طبیعت اچھی ہے۔ اگرچہ سردی بہت ہے۔ اور باہر نکلنے کا کم موقعہ ہوتا ہے۔ اور تبلیغ کا موقعہ بھی یہاں بہت کم ہے۔ مگر لنڈن کی نسبت یہاں سردی کم ہے ؛

برادرم قاضی صاحب میرے یہاں آنے پر چنداں راضی نہ تھے۔ اور یہ انکی محبت کا تقاضا تھا۔ جو جدائی کو طبعاً ناپسند کرتی ہے۔ مگر اب لکھتے ہیں کہ اچھا ہوا کہ آپ چلے گئے۔ لنڈن میں شدید سردی۔ برف۔ کیچڑ دھند ایسی کہ چند قدم پر کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ باہر نکلنا مشکل۔ ہر وقت آگ کے پاس رہنے سے دم گھٹتا ہے۔ ملازم بیمار ہو کر چلی گئی۔ کھانے کی بعض اشیاء ملتی نہیں۔ بہت ہی تکلیف میں ہیں۔ اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے ان کے لئے اور تمام مبلغین کے واسطے آسانیاں پیدا کرے۔ اور ہر شر اور فتنہ سے بچائے اور کام میں برکات نازل کرے۔ اور اپنے رحم سے مخلوق کو ہدایت کے راہ پر لائے۔ وہی ہادی ہے۔ عاجز کو ایک شب خفیف سا بخار ہوا۔ جس کا سبب غالباً سردی تھا۔ اور بعض دفعہ یہاں کی ڈبل روٹی کی ناموافقت سے پیچش ہونے لگتی ہے۔ مگر عموماً طبیعت بحال رہی ہے۔ وہی اللہ حافظ اور ناصر ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ؛

"صادق"

بانی آریہ سماج کے اقوال میں تناقض

نمبر ۴

(از منشی فضل حسین صاحب مہاجر قادیان)

بانی آریہ سماج کے کلام میں جو تناقضات بکثرت موجود ہیں۔ ان میں سے چند بطور نمونہ مشتے از خروارے تین گذشتہ نمبروں میں پیش کر چکے ہیں۔ آج اسی مضمون کے ذیل میں چوتھا نمبر بھی ہدیہ ناظرین کر کے اس مضمون کو فی الحال ختم کرتے ہیں۔ کیونکہ اگر اس مضمون کو جاری رکھا جاوے۔ تو یہ ایک سال کے عرصہ میں بھی اختتام تک نہیں پہونچ سکتا۔ ابھی ہم کو اور بھی بہت سے مسائل پر (جو دیانندی حضرات کے نزدیک مایۂ ناز ہیں) روشنی ڈالنی ہے۔ اس غرض کو مدنظر رکھتے ہوئے اس مضمون کو چار نمبروں میں ہی ختم کیا جاتا ہے۔ ہاں اگر کسی دیانندی دوست نے ان تناقضات کی تطبیق سنجیدگی و متانت کا پہلو لئے ہوئے اور مدلل کر کے دکھلائی۔ تو ہم نہایت خوشی سے قبول کر کے بقایا تناقضات کی فہرست بھی اس مرد میدان کی خدمت میں فاروق کے ذریعہ پیش کر کے اپنی تسلی کے خواہاں ہونگے۔ لیکن بقول حضرت غالب یہ توقع مفقود ؎

غالب تمہیں کہو کہ ملیگا جواب کیا
مانا کہ ہم کہا کئے اور وہ سنا کئے

(۱۲) پرمیشور پر تنکیش نہیں کیا جا سکتا

سوامی جی پرمیشور (خدا) کی ہستی کے ثبوت کے متعلق معترض کو جواب دیتے ہیں :-

سوال از معترض :- نہ ثبوت الیسے ایشور کا جس پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پر تیکش (ثبوت بذریعہ احساس) عائد کیا جاسکے حالانکہ نہیں (بحوالہ سانکھہ درشن ۱-۹۲) علیٰ ہذا القیاس دیاپتی کا تعلق نہ ہونے سے انومان (قیاس) نہیں ہو سکتا۔ (بحوالہ سانکھہ ۵-۱۱) اور پر تیکش و انومان کے نہ ہونے سے شبد پرمان (قول صحیح) بھی نہیں لگ سکتا۔ پس ایشور ثابت نہیں ہو سکتا۔"

معزز ناظرین یہاں معترض نے یہ سوال اُٹھایا ہے۔ کہ پرتیکش پرمیشور پر عائد نہیں ہو سکتا۔ اور ساتھ سانکھہ درشن کے حوالجات بھی پیش کئے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ جب پرتیکش نہیں تو خدا کی ہستی موہوم ہوئی۔ اب سوامی جی کے جواب کو ملاحظہ فرمائیے۔ کیا درافشانی ہوتی ہے۔

جواب "اسجگہ مراد یہ ہے کہ ایشور کے ثابت کرنے میں پرتیکش پرمان نہیں عائد ہوتا۔"

(ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۱۷)

معترض تو اپنے دعوے کے اثبات میں سانکھہ درشن کے حوالے لا رہا ہے۔ مگر سوامی صاحب جواب کی جگہ یہی فرما کر تسلی کرنی چاہتے ہیں کہ "ایشور کے ثابت کرنے میں پرتیکش وغیرہ عائد نہیں ہوتے" ہے مہاراج آپ نے کوئی اس کے اعتراض پر مدلل تنقید کی ہوتی یا خود بھی نقلی حوالے پیش کرتے۔ ایسے تو من مانی آپ کی باتیں عقلمند لوگ صحیح نہیں سمجھ سکتے۔

مگر خوبئ قسمت کہیئے کہ سوامی جی کو معترض بھی ایسا ملا کہ جونہی سوامی صاحب نے جواباً آناپ ٹناپ سُنا دیا معترض دم بخود ہو گیا۔ اور آگے اُسکے لبوں پر مُہر سکوت لگ گئی۔ اگر کوئی محقق معترض ہوتا۔ تو سوامی جی کو بھی سوال و جواب کی حقیقت معلوم ہو جاتی۔ وہ پوچھتا۔ کہ ہے مہاراج یہ کیا؟ سوال از آسمان ہے اور جواب از ریسمان سنا رہے ہیں۔ سیدھی طرح جواب دیجئے یا اس اعتراض کو ناقابل تردید سمجھئے۔ مگر ایسا کرتا کون۔ خیر ہم انشاء اللہ تعالےٰ کسی فرصت کے وقت خاص طور پر اس مضمون پر کچھ لکھیں گے۔ یہاں تناقض کا مضمون ہی چلنا انسب ہے۔ ہاں اب سوامی جی کا دوسرا قول بھی ملاحظہ ہو:۔

پرمیشور پر تیکش ہو سکتا ہے

سوال از معترض نمبر ۱۱۔ "آپ ایشور ایشور کہتے ہیں لیکن اس کو ثابت کسطرح کرتے ہیں"۔

جواب سوامی جی۔ "سب پرتیکش وغیرہ پرمانوں (ثبوتوں) سے"

سوال معترض۔ ایشور کی ذات میں پرتیکش وغیرہ ثبوت کبھی کام نہیں دے سکتے۔

جواب سوامی جی "(یہ سوتر بنائے درشن مصنفہ مہرشی گوتم کا ہے) (بریکھے سوامی جی کا ہے) کان۔ جلد آنکھ۔ زبان۔ ناک اور من (جو ہر ادراک) کا تعلق آواز لمس۔ صورت۔ ذائقہ۔ بُو۔ سکھ۔ دُکھ۔ سچ۔ جھوٹ وغیرہ محسوسات سے ہونے پر جو علم ہوتا ہے۔ اس کو پرتیکش کہتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ شکوک سے خالی ہو۔ بحوالہ نیائے درشن ۱-۴)"

اے دیانندی حضرات! دیکھئے اور خوب غور سے دیکھئے انصاف سے کہنا کہ سوامی جی کے کلام میں کسقدر عظیم الشان تناقض موجود ہیں۔ اوپر تو فرما گئے۔ کہ ایشور کی ہستی ثابت کرنے میں پرتیکش (جس کی تشریح سوامی جی نے محولہ بالا عبارت میں خود ہی کر دی) عائد نہیں ہو سکتا۔ مگر اس قول کے عین ضد معترض کے جواب میں فرماتے ہیں کہ خدا تعالےٰ کی ہستی پرتیکش وغیرہ پرمانوں سے ہوتی ہے۔ دل چاہتا ہے کہ اسوقت اس مضمون پر روشنی ڈالی جاوے تا اسکی اصلیت کماحقہ معلوم ہو جائے۔ مگر ایسا کرنے سے خلط مبحث کا اندیشہ ہے۔ اسواسطے دوسری طرف رُخ کرنا اسوقت صحیح نہیں ؎

(۱۳) گانا سننا اور سیکھنا چاہیئے

"گاندھر وید جسکو علم موسیقی کہتے ہیں۔ اس میں سُر۔ راگ۔ راگنی سُم تال۔ گدام تان۔ ساز بجانا ناچنا اور گیت وغیرہ کو قرار واقعی سیکھنا چاہیئے۔ لیکن سب سے مقدم سام وید کو باجہ اور ساز کے ساتھ گانا سیکھنا چاہیئے"۔ ستیارتھ پرکاش ایڈیشن چہارم صفحہ ۸۲

(چہ خوش مہاراج) اسجگہ سوامی جی نے ناچنے گانے اور راگ راگنی۔ سُم تال گدام وغیرہ کو مستحسن فعل قرار دیا ہے۔ بلکہ اس فعل کو مذہبی فریضہ کے بلند مینار پر جگہ دی۔ ہم اسجگہ اس ارشاد کے صحیح یا غلط ہونے کو پس انداز کر کے یہ دیکھتے ہیں کہ آیا سوامی جی اس قول پر قائم بھی رہتے ہیں یا اور کوئی نیا شگوفہ کھلتا ہے۔

گانا بجانا سیکھنا یا سُننا سخت عیب ہے۔

"نفسانی لذتوں سے پیدا شدہ عیبوں کی شمار سنئے۔ شکار کھیلنا۔ چوپڑ کھیلنا۔ جوا بازی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بھنگ۔ افیون۔ شراب چرس وغیرہ کا استعمال۔ گانا بجانا ناچنا۔ یا ناچ کرانا۔ سُننا اور دیکھنا بے فائدہ اِدھر اُدھر گھومتے رہنا۔ یہ دس کام سے پیدا شدہ عیب ہیں۔ بحوالہ منو ہم ستیارتھ صفحہ ۱۶۶۔

اسجگہ سوامی جی نے زنا۔ شراب۔ جوا۔ افیون۔ چرس گانجہ وغیرہ کے برابر ہی گانے بجانے اور ناچنے کو قرار نہیں دیا ہے بلکہ اسکے سننے اور دیکھنے کو بھی اُن افعال قبیحہ کے ساتھ ملا دیا ہے۔ کجا اِن افعال کو مذہبی فرائض کے ستون چڑھایا جاتا تھا اور کجا اب اس کا یہ حشر ہونا ایک معنی خیز بات ہے۔ جسکے سمجھنے یا حاصل کرنے کے لئے ہمارا دماغ قاصر ہے۔ اب اس منطق کو آریہ بھائی ہی سمجھ سکتے ہونگے ہاں اگر کوئی سمجھنے کی قدرت رکھتا ہو۔ تو براہ خدا ہمارے سمجھانے سے ہرگز اعراض یا بخل کو کام میں نہ لائے۔

بقیہ از صفحہ ۲ کالم ۳

ایسا ہی مرض کا بڑھانا بما یکذبون کا نتیجہ ہے۔ جو دروازہ بند کریگا۔ اندھیرا ضرور کریگا۔ جو بدپرہیزی کریگا اس کا مرض بڑھیگا۔ الٰہی قانون نے تو اپنا کام کرنا ہوا۔ اللہ تعالےٰ تو فرما چکا ہے کہ فمن تاب و اٰمن و عمل عملا صالحا فاولئک الذین یبدل اللہ سیاٰتھم حسنات۔ پس جو نہ توبہ کرے نہ ایمان لائے بلکہ جھوٹ بولے وہ اپنے مرض کے بڑھانے کا خود ذمہ وار ہے۔

اسکے بعد میر قاسم علی صاحب نے واقعات بحث حاضرین کو سنائے اور تناسخ کی معقولی رنگ میں خوب تردید کی۔ اور بتایا کہ یہ عقیدہ دراصل اسبات کی تحریک کرتا ہے کہ دنیا کے قیام اور راسمیں آسائش حاصل کرنے کے لئے گناہ کیا جاوے کیونکہ سب اشیاء تو اپنا کا نتیجہ ہیں پھر زنا کاری کا بھی یہ عقیدہ معاون ہے۔ کیونکہ جس نے اپنے اعمال کی پاداش میں ولدالحرام بننا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ

(باہتمام شیخ عبدالرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپکر ایم قاسم علی کیلئے شائع ہوا)